آخر درست کیا ہے؟

دنیا چاند پر پہنچ گئی اور

# مولانا حضرات

# دنیا چاند پر پہنچ گئی اور مولانا حضرات؟

مفتی محمد قاسم عطاری*

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کو ریفارمیشن (یعنی اصلاح) کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا چاند پر پہنچ چکی ہے، انسان فضا کو مسخر کر چکا ہے لیکن اسلام کے ماننے والے وہی چودہ سو سال پرانی کتابیں بخاری، مسلم، ترمذی اور اسی زمانے کی تعلیمات لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج اسلام کو جدید تقاضوں کے مطابق کرنے کیلئے ہمیں اسلام کا کوئی ماڈل ورژن چاہیے۔ اس سے ملتے جلتے دیگر جملے بھی سننے کو ملتے رہتے ہیں۔ آیئے ذرا اس کا گہرائی میں جاکر تجزیہ کریں۔ عرض یہ ہے کہ یہ جملہ تو بڑا مشہور ہے اور اکثر لوگوں نے سنا ہی ہوتا ہے کہ دنیا تو چاند پر چلی گئی ہے لیکن بات یہ ہے کہ بھائی صاحب، آپ بھی چلے جائیں، آپ کو چاند پر جانے سے کس نے منع کیا ہے؟ دین نے تو منع نہیں کیا۔ ہاں فضول وقت ضائع کرنے کیلئے نہ جائیں بلکہ کسی کام کیلئے جایئے گا۔ لوگ چاند پر چلے گئے یا مشینوں کو مریخ پر بھیج دیا یا بہت سے دوسرے کام کر لیے تو اس کا دین کی پرانی تعلیمات سے کیا تعلق ہے؟ ہر کوئی اپنی فیلڈ میں کام کرتا ہے، چاند پر جانا یا مریخ پر گاڑی بھیجنا سائنسدانوں کا کام ہے، انہوں نے کر دیا، اب اسے دین کی تعلیمات کے خلاف استعمال کرنے کا کیا تُک بنتا ہے؟ اگر اس جملے کو ایسے ہی سوچے سمجھے بغیر بے موقع استعمال کرنا ہے تو آیئے ہم آپ کو کچھ اور مواقع بھی بتا دیتے ہیں۔ ایک موقع تو یہ ہے کہ صحافی خبریں جمع کرتے، کالمز لکھتے، تبصرے اور تجزیے کرتے ہیں، اب انہیں بھی جا کر کہنا شروع کر دو کہ یار تم عجیب لوگ ہو، دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور تم ابھی خبریں جمع کر رہے ہو، تمہیں کالم لکھنے سے فرصت نہیں ہے، چھوڑو ان کاموں کو اور بس چاند چاند کھیلو۔

یونہی جو غریب بے چارہ موچی ہو، جوتے گانٹھ کر روزی کماتا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہو، اسے بھی جا کر یہ فلسفہ جھاڑنا شروع کر دو کہ بھائی دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے اور تم ابھی جوتے ہی گانٹھ رہے ہو، چلو تم بھی چاند پر چلو۔ بس یہ نہ ہو کہ وہ بندہ آگے سے کہہ دے کہ جناب ٹھیک ہے، میں اپنا روزگار چھوڑتا ہوں، آپ مجھے بھی چاند پر لے جائیں۔ اسی طرح جو لوگ اسکول کالجز میں تعلیم و شہریت یعنی ایجوکیشن یا سوشل اکنامکس یا جغرافیہ پڑھاتے ہیں، انہیں بھی جا کر کہنا شروع کر دو کہ جناب، یہ تم جغرافیہ والے کیا پڑھا رہے ہو کہ کون سا سمندر کہاں پر ہے، کون سا دریا کہاں سے نکلتا، گزرتا اور ختم ہوتا ہے، ان سمندروں، دریاؤں نے ادھر ہی رہنا ہے، انہیں چھوڑو، دنیا چاند پر پہنچی ہوئی ہے اور تم ابھی دریا ہی ماپتے پھر رہے ہو۔ شہریت والوں سے کہیں کہ تم ابھی ریاست کی تعریف ہی متعین کرنے میں لگے ہو کہ فلاں نے ریاست کی یہ تعریف کی ہے اور فلاں نے یہ۔ کن کاموں میں پڑے ہوئے ہو، دنیا تو چاند پر پہنچی ہوئی ہے۔ بلکہ کچھ آگے چلیے، ایک آدمی کی مثلاً شادی ہو رہی ہو اور یہ چاند والے فلاسفر وہاں پہنچ جائیں کہ بھئی کمال ہے، تم شادی کے پرانے چکروں میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ دنیا چاند پر پہنچ گئی ہے۔ وہ شادی والا پہلے تو آپ کا منہ دیکھے گا اور پھر پوچھے گا کہ جناب کون سے پاگل خانے سے مفرور ہیں۔ وہ یہی کہے گا کہ اگر دنیا چاند پر پہنچ گئی تو میں کیا کروں؟ میری شادی میں کیوں کباب میں ہڈی بن رہے ہو۔

اوپر کی باتیں بظاہر مذاق لگیں گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحافی کے

* دار الافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی
www.facebook.com/MuftiQasimAttari/

خبریں جمع کرنے، موچی کے جوتے گانٹھنے، جغرافیہ دان کے سمندر و دریا کی باتیں کرنے، شہریت والوں کے ریاست سے متعلق گفتگو کرنے اور دولہا کی شادی سے چاند پر جانے کی بات جتنی بے جوڑ اور احمقانہ ہے، اس سے ہزار گُنا زیادہ اِس فضول جملے کو دین کی تعلیمات سے جوڑنا احمقانہ اور باطل ہے۔ حقیقت میں تو اس کا جواب وہی ہے جو قرآنِ پاک نے ویسے ہی ایسے لوگوں کے جواب میں سکھایا ہوا ہے ﴿وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ کہ جب جاہل آدمی ان سے فضول، بیہودہ، باطل اور احمقانہ بات کرتا ہے تو ایمان والے ان سے کہتے ہیں کہ تمہیں سلام یعنی جان چھوڑو۔

بات یہ ہے کہ جب سامنے والے کی بات کا سر پیر ہی نہ ہو، تو وہاں کیا جواب دیا جائے۔ عقل و دانش اور فہم و شعور سے کام لیا جائے تو یہ بات کھل کر واضح ہوتی ہے کہ دنیا بہت وسیع ہے اور انسانی زندگی کے ہزاروں پہلو ہیں۔ ایک انسان ہی کی زندگی کی ہزاروں ضروریات ہوتی ہیں، اسے لکھنے کیلئے قلم، دور رابطے کیلئے موبائل فون، بیٹھنے کیلئے کرسی، لیٹنے کیلئے بیڈ، چارپائی، گرمی دور کرنے کیلئے اے سی یا فین، سردی بھگانے کیلئے ہیٹر اور دیگر ضروریات کے لئے نجانے کیا کیا چاہیے۔ یہ سب جسمانی ضروریات ہیں، ان کے علاوہ روحانی و قلبی سکون کے لئے بہت کچھ چاہیے، خاندان اور معاشرے میں زندگی گزارنی ہے تو اس کے اپنے تقاضے ہیں اور اربوں انسانوں پر مشتمل دنیا کے متعلق غور کریں گے تو زندگی کے بے شمار رنگ اور حاجتوں سے واسطہ پڑے گا اور مختلف لوگوں کو مختلف شعبے اپنا کر کام کرنا ہوگا۔ اب اگر کوئی سائنس کا مارا اور چاند چاند کا وظیفہ کرنے والا ہر جگہ یہی سوال جواب کرتا رہے کہ ساری دنیا چاند پر پہنچی ہوئی ہے اور تم کون سے کاموں میں لگے ہوئے ہو؛ تو ایسے کو یہی سمجھایا جائے گا کہ جناب، ہر بندہ اپنی فیلڈ اور دائرہ کار ہی میں کام کرتا ہے، کوئی بھی شخص سارے کام نہیں کر سکتا۔ اسلامی تعلیمات اور چاند پر جانے کی بات بے جوڑ ہے۔ چاند پر جانا یا اس کے لئے ریسرچ اور تیاری کرنا یا دیگر سائنسی ایجادات سائنس کا موضوع ہے، اسلام کا نہیں۔

دینِ اسلام کا موضوع ہے کہ انسان صحیح انسان کیسے بنے؟ اس کا مقصدِ زندگی کیا ہے؟ وہ اپنے اخلاقی، روحانی معاملات کو کیسے درست کرے؟ ایک انسان کا دوسرے انسانوں سے اور سب سے بڑھ کر اپنے پیدا کرنے والے سے کیسا تعلق ہونا چاہیے؟ اس کے خالق و مالک کے احکام کیا ہیں اور بندے کو کس طرح ان احکام پر عمل کرنا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے زندگی کے عام معاملات کے متعلق سماجی علوم (social sciences) والے بات کرتے ہیں یا علمِ شہریت (civics) والے ریاست کے اور عوام کے باہمی تعلقات پر کلام کرتے ہیں کہ ریاست اور شہریوں کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ سماجی علوم اور شہریت کو کسی بھی سائنسی ترقی کا نام لے کر مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی یہ کہنا شروع کر دے کہ سائنس کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور تم ابھی خاندان، معاشرہ، ریاست، رعایا کے بارے میں گپیں مارنے میں لگے ہوئے ہو۔ جیسے یہ بات سراسر فضول اور غلط ہے، ایسے ہی بلکہ اس سے لاکھوں گُنا زیادہ یہ بات باطل ہے کہ سائنسی ترقی وغیرہ کا نام لے کر خدا کے نازل کردہ احکام، اسلامی تعلیمات اور اس کے متعلق تحقیق و جستجو اور تعلیم و تعلّم کو فضول کہا جائے۔

بندوق، توپ، میزائل بنانا تو سائنس کا کام ہے لیکن اس اسلحے کو ظلم کے لئے استعمال نہ کرنا، سائنس نہیں بتائے گی بلکہ اسلام بتائے گا۔ کیمرہ بنانا سائنس کا کام ہے لیکن اس کیمرے سے کسی کی ویڈیو بنا کر بلیک میل کرنا حرام ہے؛ یہ بتانا اسلام کا کام ہے۔ امانت و خیانت، دیانت و بددیانتی، اخلاق و بداخلاقی، عدل و ظلم، احسان و غصب، محبت و نفرت، دوستی و عداوت، عفو و انتقام، احساسِ ذمہ داری و کام چوری، شفقت و شدت، سخاوت و بخل، عاجزی و تکبر، صبر و بے صبری، شکر و ناشکری، قناعت و حرص، ضبطِ نفس و بے لگامی، سعادت و شقاوت، بے غرضی و غرض مندی، خصائل و رذائل اور اس طرح کے بیسیوں اوصاف و عادات و اخلاق کا بیان سائنس نہیں کرے گی بلکہ اسلام ہی سمجھائے گا۔ کیا زندگی میں بلب، موبائل، اے سی، کار، جہاز اور چاند پر جانے کی تو اہمیت ہے لیکن اچھا انسان بننے کی کوئی اہمیت نہیں؟ اگر دیسی لبرل یہی سمجھتے ہیں تو یہ سمجھ اور ایسی سائنس انہی کو مبارک ہو اور اگر اچھا انسان بننا بھی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے اور یقیناً قطعاً ہے تو یہ اسلام ہی بتا سکتا ہے کیونکہ انسان کو اس کے پیدا کرنے والے سے زیادہ کوئی نہیں جانتا اور اس خالق نے اچھا بندہ بننے کا جو طریقہ بیان کیا ہے، اسے "اسلام" کہتے ہیں اور اسی کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔